

إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاحِتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ
أَحْسَنَ عَمَلاً ۝ أُولَئِكَ لَهُمْ جَنَّتُ عَدُونَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ
إِلَّا نَهْرٌ يَحْلُوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبِسُونَ ثِيَابًا
خُصْرًا مِنْ سُنْدَسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَكَبِّرُونَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ
نِعْمَ الشَّوَّابٌ وَحَسْنَتُ مُرْتَفَقًا ۝ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا
رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَقَنَهُمَا
بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كَلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اتَّ
أُكْلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا ۝ وَفَجَرْنَا خِلْدَهُمَا نَهَرًا ۝

رہے وہ لوگ جو مان لیں اور نیک عمل کریں، تو یقیناً ہم نیکو کارلوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔ ان کے لیے سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے نہیں بہہ رہی ہوں گی، وہاں وہ سونے کے کنگنوں سے آ راستہ کیے جائیں گے، [۳۴] باریک رشم اور اطلس و دیبا کے بزر کپڑے پہنیں گے، اور اوپھی مندوں [۳۵] پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے۔ بہترین اجر اور اعلیٰ درجے کی جائے قیام! اے نبی، ان کے سامنے ایک مثال پیش کرو۔ [۳۶] دو شخص تھے۔ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ دونوں باغ خوب پھلے پھولے اور بار آور ہونے میں انہوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی۔ ان باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کر دی

[۳۳] قدیم زمانے میں بادشاہ سونے کے کنگن پہننے تھے۔ اہل جنت کے لباس میں اس چیز کا ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ وہاں ان کو شاہزادہ لباس پہنانے جائیں گے۔ ایک کافرو فاسق بادشاہ وہاں ذیل و خوار ہو گا اور ایک مومن و صالح مزدور وہاں بادشاہوں کی شان و شوکت سے رہے گا۔

[۳۴] ارائک جمع ہے اریکہ کی۔ اریکہ عربی زبان میں ایسے تخت کو کہتے ہیں جس پر چتر لگا ہوا ہو۔ اس سے بھی یہی تصور دلانا مقصود ہے کہ وہاں ہر جتنی تخت شاہزادہ پر ممکن ہو گا۔

[۳۵] اس مثال کی مناسبت سمجھنے کے لیے پچھلے روکع کی وہ آیت نگاہ میں رہنی چاہیے جس میں ملنے کے متکبر سرداروں کی اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم غریب مسلمانوں کے ساتھ آ کر نہیں بیٹھ سکتے، انہیں ہٹا دیا جائے تو ہم آ کر سینے گے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس مقام پر وہ مثال بھی ہے میں رہے جو سورہ القلم، آیات ۷۸ تا ۳۳ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ نیز سورہ مریم، آیات ۷۳، ۷۴۔ سورہ المؤمنون، آیات ۵۵ تا ۲۱۔ سورہ سباء، آیات ۳۲ تا ۳۳، اور حم السجدۃ، آیات ۴۰، ۴۹ پر بھی ایک نظر ڈالی جائے۔

وَكَانَ لَهُ شَمْرُجٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكُلُّهُ
مِنْكَ مَا لَأُ وَأَعْزِنَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ضَالٌّ
لِنَفْسِهِ ۝ قَالَ مَا أَظْنَ أَنْ تَبْيَدَ هَذِهِ أَبَدًا ۝ وَمَا
أَظْنَ السَّاعَةَ قَائِمَةً لَا وَلَيْنَ رُدُّدُثُ إِلَى رَبِّ الْجَدَنَ خَيْرًا
مِنْهَا مُنْقَلِبًا ۝ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ
بِالَّذِي خَلَقْتَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوْلَكَ
رَجْلًا ۝ لِكَيْا هُوَ اللَّهُ رَبِّيُّ وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّيٍّ أَحَدًا ۝

اور اسے خوب نفع حاصل ہوا۔ یہ کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولے ”میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقت و نفری رکھتا ہوں۔“ پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا [۳۷] اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا ”میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی، اور مجھے موقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شان دار جگہ پاؤں گا“ [۳۸] اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا ”کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بن اکھڑا کیا؟“ [۳۹] رہا میں، تو میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

[۳۷] یعنی جن باغوں کو وہ اپنی جنت سمجھ رہا تھا۔ کم ظرف لوگ جنہیں دنیا میں کچھ شان و شوکت حاصل ہو جاتی ہے، ہمیشہ اس غلط فہمی میں بستا ہو جاتے ہیں کہ انہیں دنیا ہی میں جنت نصیب ہو چکی ہے، اب اور کون ہی جنت ہے جسے حاصل کرنے کی وہ فکر کریں۔

[۳۸] یعنی اگر بالفرض کوئی دوسرا زندگی ہے بھی تو میں وہاں اس سے بھی زیادہ خوش حال رہوں گا کیونکہ یہاں میرا خوش حال ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ میں خدا کا محبوب اور اس کا چہیتا ہوں۔

[۳۹] اگرچہ اس شخص نے خدا کی ہستی سے انکار نہیں کیا تھا، بلکہ وہ لئن رُدُّدُثُ إِلَى رَبِّي کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خدا کے وجود کا قائل تھا، لیکن اس کے باوجود اس کے ہمسائے نے اسے کفر باللہ کا مجرم قرار دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر باللہ شخص ہستی باری کے انکار ہی کا نام نہیں ہے بلکہ تکبر اور فخر و غرور اور انکار آخوت بھی اللہ سے کفر ہی ہے۔ جس نے یہ سمجھا کہ بس میں ہی میں ہوں، میری دولت اور شان و شوکت کسی کا عظیم نہیں بلکہ میری قوت و قابلیت کا نتیجہ ہے، اور میری دولت لازماں ہے، کوئی اس کو مجھ سے چھیننے والا نہیں، اور کسی کے سامنے مجھے حساب دینا نہیں، وہ اگر خدا کو مانتا بھی ہے تو محض ایک وجود کی حیثیت سے مانتا ہے، اپنے مالک اور آقا اور فرماس روا کی حیثیت سے نہیں مانتا۔ حالانکہ ایمان باللہ اسی حیثیت سے خدا کو مانتا ہے نہ کہ محض ایک موجود ہستی کی حیثیت سے۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ^ج
 إِنْ تَرَنَ أَنَا أَقْلَى مِنْكَ مَالًا وَلَدًا^ج فَعَسَى رَبِّي أَنْ
 يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِنْ جَنَّتِكَ وَيُرِسِّلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ
 فَتُصْبِحَ صَعِيدًا أَرْلَقًا^ج أَوْ يُضْبِحَ مَأْوَهَا غَورًا فَلَنْ تَسْتَطِعَ
 لَهُ طَلَبًا^ج وَأَحِيطَ بِشَرِّهِ فَأَصْبِحَ يُقْلِبُ كَفَيْهِ عَلَى مَا
 أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي
 لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا^ج وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِعَةٌ يَنْصُرُونَهُ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا^ج هُنَا لِكَ الْوَلَايَةُ
 إِلَّهُ الْحَقُّ هُوَ خَيْرُ ثَوَابًا وَخَيْرُ عِقَابًا^ج وَأَضْرِبْ لَهُمْ
 مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ
 بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوفَةُ الرِّيحُ^ج

اور جب تو اپنی جنت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ لٹا کہ ماشاء اللہ، لا قوۃ الا بالله؟^[۲۰] اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پار ہا ہے تو بعد نہیں کہ میرا رب مجھے تیری جنت سے بہتر عطا فرمادے اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے، یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے۔ آخ رکار ہوا یہ کہ اس کا سار اثرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگروں کے باع غوٹیوں پر الشاپزاد کیچھ کراپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ ”کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کوشش کی نہ ٹھیک ریا ہوتا“۔ نہ ہوا اللہ کو چھوڑ کر اس کے پاس کوئی جتنا کہ اس کی مدد کرتا، اور نہ کرسکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ اس وقت معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار خدا ہے برحق ہی کے لیے ہے، انعام وہی بہتر ہے جو وہ بخشے اور انجام وہی بخیر ہے جو وہ دکھائے یہ اور اے نبی، انھیں حیات دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی بر سادیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہو گئی، اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوا میں اڑائے لیے پھرتی ہیں۔

[۲۰] ”یعنی جو کچھ اللہ چاہے وہی ہو گا۔ میرا اور کسی کا کچھ زور نہیں ہے۔ ہمارا اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو اللہ ہی کی توفیق و تائید سے چل سکتا ہے۔“

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۚ أَلْمَالُ وَالْبَنُونُ
زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَالْبِقِيَّةُ الصِّلْحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ
رَبِّكَ شَوَّابًا وَخَيْرٌ أَمْلًا ۚ وَيَوْمَ نُسَيْرُ الْجِبَالَ وَتَرَى
الْأَرْضَ يَارِزَةً لَا حَشْرُ لَهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۖ
وَعُرِضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفَّاً لَقَدْ جَنَّتْهُمْ نَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ
أَوَّلَ مَرَّةٍ زَبَلٌ زَعَمْتُمْ أَنَّنِي نَجَعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۚ

[۲۱] اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ [۲۱] یہ مال اور یہ اولاد حض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ فکر اس دن کی ہونی چاہیے جب کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے، [۲۲] اور تم زمین کو بالکل برہنمہ پاؤ گے، [۲۳] اور ہم تمام انسانوں کو اس طرح کھیر کر جمع کریں گے کہ (اگلوں پچھلوں میں سے) ایک بھی نہ چھوٹے گا، [۲۴] اور سب کے سب تمہارے رب کے حضور صفات درصف پیش کیے جائیں گے۔ لوڈ کیلو، آگئے ناتم ہمارے پاس اسی طرح جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ [۲۵] تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر ہی نہیں کیا ہے

[۲۱] یعنی وہ زندگی بھی بختا ہے اور موت بھی۔ وہ عروج بھی عطا کرتا ہے اور زوال بھی۔ اس کے حکم سے بہار آتی ہے تو خزان بھی آجائی ہے۔ اگر آج تمہیں عیش اور خوش حالی میسر ہے تو اس غرے میں نہ رہو کہ یہ حالت لا زوال ہے۔ جس خدا کے حکم سے یہ کچھ تمہیں ملا ہے اسی کے حکم سے سب کچھ تم سے پھین بھی سکتا ہے۔

[۲۲] یعنی جب کہ زمین کی گرفت ڈھیل پڑ جائے گی اور پہاڑ اس طرح چلنے شروع ہوں گے جیسے بادل چلتے ہیں۔ اس کیفیت کو ایک دوسرے مقام پر قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمَرُّ مَرَّ السَّحَابِ (انمل)، آیت: ۸۸: ”تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ سخت جمے ہوئے ہیں۔ مگر وہ چلیں گے اس طرح جیسے بادل چلتے ہیں۔“

[۲۳] یعنی اس پر کوئی روئیدگی اور کوئی عمارت باقی نہ رہے گی، بالکل ایک چیل میدان بن جائے گی۔ یہ وہی بات ہے جو اس سورے کے آغاز میں ارشاد ہوئی تھی کہ ”جو کچھ اس زمین پر ہے اسے ہم نے لوگوں کی آزمائش کے لیے ایک عارضی آرائش بنایا ہے۔ ایک وقت آئے گا جب یہ بالکل ایک بے آب و گیاہ صحرابن کرہ جائے گی۔“

[۲۴] یعنی ہر انسان جو آدم سے لے کر قیامت کی آخری ساعت تک پیدا ہوا ہے، خواہ ماں کے پیٹ سے نکل کر اس نے ایک ہی سانس لیا ہو، اس وقت دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور سب کو ایک وقت میں جمع کر دیا جائے گا۔

[۲۵] یعنی اس وقت منکرین آخرت سے کہا جائے گا کہ دیکھو، انبیاء کی دی ہوئی خبر بھی ثابت ہوئی نا۔ وہ تمہیں بتاتے تھے کہ جس طرح اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا، مگر تم اسے ماننے سے انکار کرتے تھے۔ بتاؤ، اب دوبارہ تم پیدا ہو گئے یا نہیں؟

وَوُضَعَ الْكِتَبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِهَّا فِيهِ
وَيَقُولُونَ يُوَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرًا
وَلَا كَبِيرًا إِلَّا أَخْصَهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا
يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِلَّادِمَ
فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ طَمَّ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ
رَبِّهِ طَأْفَتَتْ خَذْوَنَةَ وَذُرْيَتَةَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ وَهُمْ

اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندر اجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ”ہائے ہماری کم بختی، یہ کسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگئی ہو۔“ جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیر ارب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا^[۲۶]۔ یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔^[۲۷] وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔^[۲۸] اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذریت کو اپنا سر پرست بناتے ہو

[۲۶] یعنی ایسا ہر گز نہ ہوگا کہ کسی نے کوئی جرم نہ کیا ہو اور وہ خواہ مخواہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے، اور نہ یہی ہوگا کہ آدمی کو اس کے جرم سے بڑھ کر سزا دی جائے یا بے گناہ پکڑ کر سزا دے ڈالی جائے۔

[۲۷] اس سلسلہ کلام میں قصہ آدم والبیس کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود گمراہ انسانوں کو ان کی اس حماقت پر منتبہ کرنا ہے کہ وہ اپنے رحم و شفیق پر و دگار اور خیر خواہ پیغمبروں کو چھوڑ کر اپنے اُس ازلی دشمن کے پھندے میں پھنس رہے ہیں جو اول روز آفرینش سے ان کے خلاف حسر رکھتا ہے۔

[۲۸] یعنی ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا بلکہ جنوں میں سے تھا، اسی لیے اطاعت سے باہر ہو جانا اس کے لیے ممکن ہوا۔ فرشتوں کے متعلق قرآن تصریح کرتا ہے کہ وہ فطرۃ مطیع فرمان میں: لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمْرَهُمْ وَيَقْعُلُونَ مَا يُؤْمِرُونَ (آل عمران: ۲۶) ”اللَّهُ جُو حُکْمَ بِهِمْ اُن کو دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔“ وَهُمْ لَا يَسْتَكِبُرُونَ، يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فُوقِهِمْ وَيَقْعُلُونَ مَا يُؤْمِرُونَ (آل عمران: ۵۰) ”وہ سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ذرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا نہیں حکم دیا جاتا ہے۔“ بخلاف اس کے جنوں انسانوں کی طرح ایک ذی اختیار مخلوق ہے جسے پیدائشی فرمان برداز نہیں بنایا گیا ہے بلکہ کفر و ایمان اور طاعت و معصیت، دونوں کی قدرت بخشی گئی ہے۔ اسی حقیقت کو یہاں کھولا گیا ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا اس لیے اس نے خود اپنے اختیار سے فتن کی راہ اختیاب کی۔ یہ تصریح ان تمام غلط فہمیوں کو رفع کر دیتی ہے جو عموماً لوگوں میں پائی جاتی ہیں کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا اور فرشتہ بھی کوئی معمولی نہیں بلکہ معلم اہلکوت۔ (مزید تصریح کے لیے ملاحظہ ہو اجبرا، آیت ۷۔ اور اجنب، آیات ۱۳-۱۵)

رہایہ سوال کہ جب ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا تو پھر قرآن کا یہ طرز بیان کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے کہ ”ہم نے ملائکہ کو کہا کہ آدم کو

لَكُمْ عَدْوٌ وَّلِئِسَ لِلظَّالِمِينَ بَدْلًا ۝ مَا أَشَهَدُ تَهْمُ خَلْقَ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذًا
الْهُضِيلِينَ عَصْدًا ۝ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادِيْا شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ
زَعَمُتُمْ فَلَمْ يَسْتَجِبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ
مُّؤْيَقًا ۝ وَرَأَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَلَّوْا أَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوهَا

حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی رُبدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔ میں نے آسمان وزمین پیدا کرتے وقت اُن کو نہیں بلا یا تھا اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق میں انھیں شریک کیا تھا۔ [۴۹] میرا یہ کام نہیں ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنایا کروں۔

پھر کیا کریں گے یہ لوگ اُس روز جب کہ ان کا رب ان سے کہے گا کہ پکارو اب ان ہستیوں کو جھیں تم میرا شریک سمجھ بیٹھے تھے۔ [۵۰] یہ اُن کو پکاریں گے، مگر وہ ان کی مدد کونہ آئیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہی بلاکت کا گڑھ مشترک کر دیں گے۔ [۵۱] سارے مجرم اُس روز آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب انھیں اس میں گرنا ہے

تجھہ کرو پس ان سب نے مجده کیا مگر ابلیس نے نہ کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کو جمدے کا حکم دینے کے معنی یہ تھے کہ وہ تمام مخلوقات ارضی بھی انسان کی مطیع فرمان بن جائیں جو کوئہ زمین کی عمل داری میں فرشتوں کے زیر انتظام آباد ہیں۔ چنانچہ فرشتوں کے ساتھ یہ سب مخلوقات بھی سر بخود ہوئیں۔ مگر ابلیس نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ (لفظ ابلیس کے معنی کے لیے ملاحظہ ہو، المونون، حاشیہ ۷۳) [۴۹] مطلب یہ ہے کہ یہ شیاطین آخ رتمہاری طاعت و بندگی کے مستحق کیسے بن گئے؟ بندگی کا مستحق تو صرف خالق ہی ہو سکتا ہے۔ اور ان شیاطین کا حال یہ ہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق میں شریک ہونا تو در کنار، یہ تو خود مخلوق ہیں۔

[۵۰] یہاں پھر وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلے بھی کئی جگہ قرآن میں گزر چکا ہے کہ اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے احکام اور ہنسائی کا اتباع کرنا دراصل اس کو خدا تعالیٰ میں اللہ کا شریک تھیم راتا ہے، خواہ آدمی اس دوسرے کو زبان سے خدا کا شریک قرار دیتا ہو یا نہ قرار دیتا ہو۔ بلکہ اگر آدمی اُن دوسری ہستیوں پر لعنت بھیجتے ہوئے بھی امر الہی کے مقابلے میں ان کے اور امر کا اتباع کر رہا ہو تو بھی وہ شرک کا مجرم ہے۔ چنانچہ یہاں شیاطین کے معاملے میں آپ علاویہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں ہر ایک ان پر لعنت کرتا ہے، مگر اس لعنت کے باوجود جو لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں، قرآن ان سب کو یہ الزام دے رہا ہے کہ تم شیاطین کو خدا کا شریک بنائے ہوئے ہو۔ یہ شرک اعتقادی نہیں بلکہ شرک عملی ہے اور قرآن اس کو بھی شرک ہی کہتا ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، النساء، حاشیہ ۹۱-۱۳۵-۱۳۵۔ الانعام، حاشیہ ۸۷-۸۷-۱۰۷۔ التوبہ، حاشیہ ۳۱-۳۱۔ ابراہیم، حاشیہ ۳۲-۳۲۔ مریم، حاشیہ ۲-۲۔ المونون، حاشیہ ۳۱-۳۱۔ الفرقان، حاشیہ ۵۶-۵۶۔ اقصص، حاشیہ ۸۶-۸۶۔ سبا، حاشیہ ۵۹-۵۹۔ لیلیت، حاشیہ ۵۳-۵۳۔ الشوری، حاشیہ ۳۸-۳۸۔ الجاثیہ، حاشیہ ۳۰-۳۰)

[۵۱] مفسرین نے اس آیت کے دو مفہوم بیان کیے ہیں۔ ایک وہ جو ہم نے اور ترجمے میں اختیار کیا ہے۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ”ہم ان کے درمیان عدالت ڈال دیں گے۔“ یعنی دنیا میں ان کے درمیان جو دوستی تھی آختر میں وہ خاتم عدالت میں تبدیل ہو جائے گی۔